
THE
OUDH PUNCH LUCKNOW
Volume X
1925
WISE MAN IS NOT TO BE DICTATED TO BUT HE IS TO DICTATE UNTO OTHERS (ARISTOTLES)
S. Fazlullah Artist
HYDERABAD

بڈھے جوان بن گئے

جرمنی کی تازہ اور حیرت انگیز ایجاد

آلہ نامردی

اس نئی ایجاد کا نام [illegible] ہے جرمنی کے مشہور ڈاکٹر [illegible] نے تجربات اور [illegible] کی سالہا سال کی محنت اور تجربہ کے بعد [illegible] میں دنیا کے ہر ایک ملک میں رجسٹرڈ اور پیٹنٹ کیا گیا ہے بس اب کوئی [illegible] بیرونی دوائی یا مرہم وغیرہ کی ضرورت نہیں **استعمال میں صرف ایک منٹ لگتا ہے ہم گارنٹی کرتے ہیں کہ ایک منٹ میں کامیابی یقینی اور لازمی ہے ورنہ قیمت واپس** دی جائے گی جرمنی نے جہاں اور باتوں میں نام پایا ہے وہاں اس ایجاد میں بھی خوب کمال کیا ہے۔ کمزور سے کمزور انسان بھی ایک منٹ میں مرد بن سکتا ہے چونکہ یہ آلہ [illegible] آبادی کی کمی کو پورا کرنے کے لیے دنیا کو معلوم ہے کہ لڑائی میں اسکے بہت سے آدمی مارے گئے ہیں [illegible] یہ آلہ ایجاد کیا ہے اور خوشی ہے کہ ہندوستان بھر میں یہی ایک واحد آلہ نامردی جرمنی کی ساخت ہے۔ کہیں لاعلمی کی وجہ سے دھوکا نہ کھا جائیں قیمت پندرہ روپیہ [illegible] محصول ڈاک [illegible] مفصل حالات کے لیے ہمارا رسالہ [illegible] مفت طلب فرماویں۔ تمام [illegible] اس پتہ پر ہوں:

انٹرنیشنل کمرشل کارپوریشن [illegible] بٹالہ ضلع گورداسپور (پنجاب)

صرف خوردنی خضاب کھائیے

اگر ہم کھانے والے خضاب کی شہرت ہی [illegible] ہیں [illegible] ہم نے ایسا خوردنی خضاب [illegible] سفید بال بھی ہمیشہ کے لیے سیاہ ہو جاتے ہیں [illegible] آنکھوں میں [illegible] کی طاقت [illegible] قوت حافظہ کو بڑھاتا ہے اور معدہ کی یہ حالت [illegible] استعمال [illegible] شہرت حاصل کر [illegible] پارسل پہنچ جاتا ہے [illegible] ہر جگہ [illegible] استعمال کر سکتا ہے [illegible] ترکیب استعمال ہمراہ پارسل ملے گا۔ قیمت مکمل کورس خوردنی خضاب کی صرف سات روپیہ آٹھ آنہ (للعہ) معہ محصول ڈاک وپیکنگ۔

سارٹیفکٹ ملاحظہ ہو

جناب [illegible] احمد صاحب [illegible] تحریر فرماتے ہیں کہ [illegible] خضاب خوردنی [illegible] استعمال سے بالکل سیاہ ہو گئے [illegible] دوستوں کے لیے [illegible] بھیجیے۔

مقامی اخبار شیعہ کالج نیوز نے [illegible] میں [illegible] خضاب خوردنی کا تجربہ کرایا تو [illegible] سفید بالوں کے سیاہ کرنے میں بہت مجرب ثابت ہوا [illegible]

عالیجناب [illegible] صاحب [illegible]

ایڈیٹر صاحب [illegible]

آپ کے اطمینان کے لیے [illegible]

[illegible]

المشتہر:- مینجر کارخانہ خوردنی خضاب حلمی شفا لکھنؤ

تصویر نہ کھینچے تو کیمرہ واپس دے کر قیمت واپس دی جاوے گی

پوشیدہ ہینڈ کیمرہ

ہر شخص بغیر استاد کی مدد کے اس کیمرہ سے عورت مرد بچوں و ہر کسی جانور اور چرند پرند [illegible] آدمیوں کے گروہ کی فوٹو چند منٹ میں کھینچ سکتا ہے [illegible] ترکیب ہمراہ پارسل [illegible] کی جاتی ہے [illegible] کی تصویر آتی ہے قیمت [illegible] محصول ڈاک وپیکنگ [illegible] علاوہ کیمرہ کے [illegible] ایک فریم ایک [illegible] تصویر [illegible]

[illegible] رام گوپال برادرس علیگڈھ

سیاحت ظریف

یعنی

منشی سید مقبول حسین صاحب ظریف لکھنوی

کا

منظوم سفرنامۂ عراق

عجیب دلچسپ نظم ہے ہنسیے اور شاعری کی [illegible] اُستادی سے فائدہ اُٹھائیے قیمت [illegible] ٹکٹ بھیجیے [illegible] وی پی یا منی آرڈر [illegible]

المشتہر:- مینجر اودھ پنچ لکھنؤ

جادوگری

[illegible] جادوگری کی تعلیم حاصل کر کے دنیا میں [illegible]

دی آل انڈیا اکلٹ ہاؤس پوسٹ بکس ۹ دہلی

جلد ۱۰ مضامین غیب نمبر ۲۱

مورخہ ۳۰ جون سنہ ۱۹۲۵ء

ہندی شاعری نمبر ۳

(تتمہ [illegible] سنہ ۱۹۲۵ء)

جس کو برج بھاشا کہتے ہیں۔ میں اوپر اس امر کا اظہار کر چکا ہوں کہ ہندی شاعری دو قسم کی زبان میں ہے ایک یہی برج بھاشا جس میں سنسکرت کے الفاظ شامل ہوتے ہیں اور وہ اس ہندی زبان سے بالکل علیحدہ ہے جو اس طرف کی بول چال میں ہے اور جو اصلی ہندی کہلاتی ہے۔ خانخانان بہادر جس زبان میں دوہے کہہ گئے ہیں یہی برج بھاشا کے نام سے پکاری جاتی ہے ایک مقام پر اسکی خصوصیات اس طرح تحریر ہیں۔

اس میں شاعروں کو آزادی از حد رہتی ہے انکو الفاظ کو توڑ مروڑ کے رکھنے میں کامل اختیار ہے۔ مثلاً کہیں "دیسی" لکھنا ہے تو اسکی جگہ "پردیسی" "دیسری" "دیسیں" "دیسی" وغیرہ وغیرہ لکھ سکتے ہیں ضرورت کے لحاظ سے اس طرح کی تبدیلی جائز ہے۔ دوسری خوبی اسمیں یہ ہے کہ اسکا فعل بہت مختصر ہوتا ہے "جاؤ" کی جگہ "جا" - "جاتا ہے" کی جگہ "جات" "اور جائے گا" کی جگہ "جہی" ہے "ہوتا جاتا" ہے اسی قسم کی اور خوبیاں بھی ہیں سب سے بڑی خوبی اسمیں یہ ہے کہ جس طرح نثر کی تحریر میں قواعد کا لحاظ ضروری مانا گیا ہے۔ برج بھاشا میں اسکا خیال ضروری نہیں مثلاً اگر اسم فعل اور صفت اپنے مناسب مقام پر نہ آسکیں تو ادھر ادھر بھی رکھدیے جاسکتے ہیں۔ اور شعر کی خوبی میں وہ بادھا نہیں ڈال سکتے۔ آج کل کی بول چال میں بھی ہندی شاعری کی جاتی ہے جسکو موجودہ ہندی یا کھڑی بولی کہتے ہیں۔ اس ہندی شاعری میں لفظ اپنی اصلی صورت میں لکھا جاتا ہے کتر بیونت نہیں کی جاسکتی اور قواعد کی پابندی بھی پورے طور پر اسمیں کی جاتی ہے۔ بالآخر ہم ہر سر مطلب

ہولی کے زمانہ میں یار لوگ خوب ہی اودھم مچاتے ہیں رات کو جب ہولی میں آگ دی جاتی ہے تو بارہا ایسا ہوا ہے کہ جسکی لکڑی پائی دھنی ہولی یا کسی کے دروازہ کا پٹ یا چارپائی غرض جو کچھ پایا اسمیں آگ لگائی اس مذموم رسم کو دیکھ کر خانخاناں بہادر نے ایک دوہا اسپر بھی کہہ ڈالا۔

رحمن بیٹ ادھرم کو جرت نہ لاگے بار
چوری کر ہوری رچی بھئی تنک میں چھار

کہتے ہیں اے رحمن جو چیز بیجا عدہ طریقہ سے حاصل کی گئی ہو اسکو جلنے یا ضائع ہوتے دیر نہیں لگتی جس طرح چوری کرکے ہولی سلگائی تھوڑی ہی دیر میں جل کر خاک ہوگئی۔

اونچ دوش سنکٹ [illegible] غرض شالی آن
کہہ رحیم کا دن بھی ہری ہاتھی پہچان

اس دوہے کے معنی بیان کرنے سے قبل ایک روایت کا بیان کرنا ضروری ہے کیونکہ یہ تلمیحی شعر ہے۔ ایک ہاتھی دریا میں پانی پینے کی غرض سے گیا جیسے ہی اس نے اپنی سونڈ پانی میں ڈالی ایک بڑی ہیکل مگر نے جو پانی میں پوشیدہ تھا اسپر حملہ کیا اور اسکی سونڈ پکڑ لی دونوں جانب سے زور آزمائی ہوئی مگر نے اپنی جانب کھینچا ہاتھی نے اپنی جانب کبھی مگر پانی میں کھینچ لیجاتا کبھی ہاتھی خشکی میں کھینچ لاتا دونوں قوی تھے دیر تک جنگ رہی آخر ہاتھی کچھ سست پڑا کیونکہ اسکی سونڈ زخمی ہوچکی تھی جب ہاتھی کمزور ہونے لگا اور موت نے آدبایا تو ایسے وقت بجز مالک دو جہان کے کسے یاد کرتا جیسے ہی اس نے ارادہ کیا اور عجز و الحاح کے ساتھ عرض کی فوراً ہی آکر بھگوان نے اسے بچایا اور مگر کو ہلاک کیا۔ منجملہ دیگر ناموں کے بھگوان کا ایک نام ہری بھی ہے۔

خانخاناں نے اسی مضمون کو ایک دوسرے دوہے میں اس طرح بیان کیا ہے۔

[illegible] کو [illegible] دیا [illegible] آئی
ہری ہاتھی سو کب ہتی کہو رحیم پہچانی

شاعر کہتا ہے کہ بڑے لوگ چھوٹوں پر شفقت بہت رکھتے ہیں غریب کی مصیبت دیکھ کر انکے دل میں رحم آجاتا ہے اگر ایسا نہیں ہے تو یہ بتلاؤ اے رحیم ہاتھی اور ہری سے کب کی شناسائی تھی۔ صرف اسکی مصیبت ہی تو دیکھکر انکو رحم آگیا۔

ہمارے شہر کے ایک ماہوار رسالہ نے جس کا نام "مادھوری" ہے اپنی ایک اشاعت میں حضرت خانخاناں کا وہ کلام کسی قدر پیش کیا ہے جو ابھی تک طبع ہوکر شائع نہیں ہوا ہے۔ مضمون نگار افسوس کے ساتھ اس امر کا اظہار کرتا ہے کہ باوجود بلیغ کوشش کے خانخاں کی [illegible] وہ کتاب جس میں سات سو دوہے ہیں نہیں ملی الہ آباد۔ بنارس اور بمبئی میں انکے تھوڑے تھوڑے دوہے طبع ہوئے ہیں جنکی مجموعی تعداد ابھی نصف تک نہیں پہونچی ہے۔ مگر کوشش جاری ہے عجب نہیں کہ کبھی نہ کبھی کامیابی ہو۔ مضمون نگار نے یہ بھی بتلایا ہے کہ انکی ایک کتاب کا پتہ اودے پور میں لگا ہے اور ایک کتاب مسمی [illegible] مضمون نگار کے بھی ہاتھ لگی ہے جسے وہ جلد شائع کرنا چاہتے ہیں۔ مجھے سخت افسوس ہے کہ میرے پاس بھی خانخاناں کا ایک دیوان پنجابی زبان میں تھا مگر کئی سال ہوئے کہ اسے دیمک چاٹ گئی اور وہ ضائع ہوگیا ورنہ اسوقت وہ بھی کار آمد ہوتا۔ ممکن ہے کہ پنجاب کے کسی کتب خانے میں ابھی موجود ہو۔ میرے دادا صاحب جب لاہور سے لکھنؤ کرنل مانٹ گمری صاحب کے ہمراہ بلوے کے زمانہ میں آئے تھے تو دیوان ساتھ لائے تھے اسی مضمون میں لکھا ہے کہ کوئی گنگ نے ایک بار یہ دوہا لکھ کر خانخاناں کو بھیجا۔

سیکھی کہاں نواب جو ایسی دینی دین
جیوں جیوں کر اونچو کرو تیوں تیوں نیچے نین

جسوقت کوئی کسی کو کچھ دیتا ہے تو دینے والے کا ہاتھ اونچا یعنی اوپر رہتا ہے اور پانے والے کا ہاتھ نیچا اس لیے شاعر کہتا ہے اے نواب صاحب آپنے اس طرح کی بخشش کہاں سے سیکھی جسقدر آپ

گنجائش کرتے ہیں اس قدر شگاد خیچا رکھتے ہیں یعنی اظہار انکسار کرتے ہیں۔

مضمون نگار نے اس دوہے کے بارے میں اپنی رائے کا اظہار نہیں کیا۔ مگر میرے خیال میں یہ دوہا اس انعام سے تعلق رکھتا ہے جس کی تعداد ۳۶ لاکھ تھی۔

اس کے جواب میں خانخانان نے کیا تحریر فرمایا وہ بھی قابل ملاحظہ ہے۔ فرماتے ہیں۔

دین ہار کوئی اور ہے بھیجت سو دن رین
لوگ بھرم ہم پے دھریں یاتے نیچے نین

یہ خانخاناں ہی کا دل تھا جس نے جواب میں اس طرح اظہار انکسار کیا انھوں نے دوہے کو دکھا دہندگی کے گندہ کو کس خوبی سے اس دوہے میں نبھایا ہے۔

(باقی آیندہ)

(ہندی ندیم)

اگر اُردو ادبیات سے دلچسپی ہو یا ظریفی سخن پسند ہو تو اودھ پنچ کا نمونہ ہرگز نہ منگائیے۔

منیجر

اطلاعنامہ بنام ریسپانڈنٹ مشعر اطلاع تاریخ مقررہ سماعت اپیل

بعدالت جناب [illegible] صاحب جج بہادر [illegible]

مقدمہ اپیل نمبر [illegible] سنہ ۱۹۲۵ء

[illegible] ساکن [illegible] اپیلانٹان

بنام

[illegible] ریسپانڈنٹان

اپیل بنا راضی تجویز [illegible] ڈگری بعدالت جناب [illegible] صاحب بہادر متعلق [illegible] مقام [illegible]

مورخہ [illegible] ماہ جنوری سنہ ۱۹۲۵ء

بنام [illegible] ساکن [illegible] متصل [illegible] مطلع ہو کہ اپیل بنا راضی ڈگری [illegible] اس مقدمہ میں [illegible] پیش کیا اور وہ اس عدالت میں درج رجسٹر ہوا اور اس عدالت نے تاریخ [illegible] ماہ جون ۱۹۲۵ء واسطے سماعت اس اپیل کے مقرر کی ہے اور اگر خود تم یا تمہارا وکیل یا کوئی اور شخص جو قانوناً تمہاری طرف سے اپیل مذکور میں جواب و سوال کرنے کا مجاز ہو حاضر نہ آئے گا تو اسکی سماعت و تجویز تمہاری غیر حاضری میں یکطرفہ کی جائے گی۔
آج بتاریخ [illegible] ماہ [illegible] سنہ ۱۹۲۵ء میرے دستخط و مہر عدالت سے جاری کیا گیا۔

دستخط حاکم بحروف انگریزی

مہر عدالت

مولانا پنچ کا پوسٹ بیگ

(نمبر ۱)

ہوسِ انتقام

بی ممتاز جان نے بھی خدا کے فضل سے وہ شہرت پائی ہے کہ اگلے وقتوں دھنیا مری کو بھی شاید حاصل ہوئی ہو۔ زمانہ موجودہ میں تو کوئی مثال یاد نہیں آتی۔ ممتاز سے ممتاز جان ہوئیں ممتاز بیگم ہوئیں۔ کملا رانی ہوئیں۔ الغرض سبھی کچھ ہو گئیں مگر سہ

ہو گئے کہ خود بھی جامہ سے بیرون ان [illegible] انداز قدرت رہی شام



جدید اصلاحی ڈھیلوں کی آمد کا انتظار۔

بار لوگ بیگم صاحبہ کے خیالات اور اعمال سے بخوبی واقف ہیں چشم بد دور باولے کے قتل نے اور بھی باولا کر دیا ہے اب تو وہ وہ اُڑن گھائیاں ہیں کہ اللہ دے اور بندہ لے۔ لاکھوں روپیہ کا زیور لیکر مہاراج کو چمپت دے کر لے آئیں۔ مرتے دم ایک لاکھ بھاگتے بھوت کی نشانی باولا دے گیا۔ تین آدمیوں کو ہائی کورٹ نے پھانسی کا حکم دیدیا اور چار نوجوان کالے پانی بھیجے گئے مگر بی ممتاز کو ابھی تسکین نہیں۔ جج صاحب نے تجویز میں ممتاز جان کی ثنا و صفت اس قدر لکھی ہے کہ اگر ملزم یہ زبان

سلہ اے حضرت سارا زمانہ جانتا ہے بیچارہ جج یا قاضی کس گنتی میں ہے ۱۲ پنچ

حال یہ شعر پڑھیں تو تعجب نہیں۔

ہو گیا دیکھ کے قاضی بھی فریفتہ اس کا
بے گنہ خون مسلماں نہ بہا تھا سو بہا

خیر یہ تو کوئی نہیں کہہ سکتا کہ بیگنہ کسی کا خون ہو گیا لیکن اس میں شبہ نہیں کہ بی ممتاز جان یا ممتاز بی یا ممتاز خاتون یا ممتاز بیگم یا لیڈی ممتاز بانو اب اس قدر سر چڑھ گئی ہیں کہ ان کے دماغ آسمان پر ہیں اتنے آدمیوں کی پھانسی سے جی نہیں بھرا مہاراجہ صاحب اندور کو اب پھنسانا چاہتی ہیں

سمن بغرض قرارداد امور تنقیح طلب

مقدمہ نمبر [illegible] سنہ ۱۹۲۵ء

[illegible] جناب سید خورشید حسین صاحب جج [illegible] بمقام [illegible] ہردوئی

[illegible]

بنام

[illegible] مدعا علیہم

[illegible]

مطلع ہو کہ اگر بروز [illegible] کو تم حاضر نہ ہو گے تو مقدمہ تمہاری غیر حاضری میں مسموع اور فیصل ہوگا۔
آج بتاریخ [illegible] ماہ مئی سنہ ۱۹۲۵ء میرے دستخط اور مہر عدالت سے جاری کیا گیا۔

دستخط حاکم بحروف انگریزی

مہر عدالت

اطلاع

(۱) اگر تم کو یہ اندیشہ ہو کہ تمہارے گواہ اپنی مرضی سے حاضر نہ ہوں گے تو تم عدالت ہذا سے سمن بنام [illegible] جاری کرا سکتے ہو کہ جو گواہ کو حاضر [illegible] کسی دستاویز کو کسی گواہ سے پیش کرانے کا تم استحقاق رکھتے ہو وہ اس سے پیش کرا سکتے بغیر طلب کئے واسطے خرچ کے جو ضروری ہو عدالت میں داخل کر کے اس امر کی درخواست کر دو۔

(۲) اگر تم مطالبہ مدعی کو تسلیم کرتے ہو تو تم کو لازم ہے کہ مدعی کا خرچہ [illegible] عدالت میں داخل کرو تاکہ ڈگری کے اجرا میں جو تمہاری ذات یا مال یا دونوں پر ہو گا بچ جاؤ۔

تنبیہ۔ اگر بیانات تحریری کی ضرورت ہو تو لکھنا چاہیے کہ گو رواج خاص تحریری بیانات کی صورت میں طلب کیا جاتا ہے کہ بیان تحریری تاریخ [illegible] ماہ جولائی سنہ ۱۹۲۵ء تک گزرانو۔

وقت حاضری [illegible] دفتر جناب سب جج صاحب بہادر ہردوئی ۱۰ بجے سے ۴ بجے تک۔



ہندوستان۔ "اُف توبہ! پیٹ پھٹا!! ابجی تم تو دفان ہو چکے تھے!!!"

استبداد۔ "ہُش۔ بے وقوف! گیا کون تھا۔ ابے خالی بھیس بدلا تھا۔"

اور کمیشن مقرر کرانے کی درخواست کر رہی ہیں۔
تماشا یہ ہے کہ بعض اخبار والے اس سوال کو ہندو مسلمانوں کے مذہبی رنگ سے رنگنا چاہتے ہیں۔ ہندو کہتے ہیں کہ ممتاز کی ناک چوٹی کاٹ کر شہر بدر کراؤ کم بخت نے اتنے بڑے راجہ کو چھوڑ کر ایک دوکاندار مسلمان چھوکرے سے جی لگایا اور مسلمان برہم ہیں کہ ایک نوجوان مسلمان کی مفت جان گئی کچھ پروا نہیں بی صاحبہ کو سکون اور اطمینان سے بمبئی میں کوئی اور یار تلاش کرنا چاہیے (بہت مل جائیں گے) لیکن ان لوگوں کو ایسی فضول درخواستیں بھیج کر شیو لنگ کی خوشی کا سے تال بے تال کا مصداق نہ بننا چاہیے۔

ع ۱۰

نوٹ:- حضرت! نصیحت تو معقول ہے مگر شیخ حسن کے پرنالے یا پری کے دیوانے ایسی کب سنتے ہیں۔ بی ممتاز جہاں بانو آسا بیگم بائی کا قول ہے کہ صرف صحیح سلامت چلی آئی کچھ گھٹا پاتا نہیں لاکھوں کی سخاوت اندور ہی میں چھوٹ گئی اب خدا جانے اصلیت کیا ہے۔ پنچ

غلطی کی اصلاح

کرمفرما!

سلام و نیاز۔ ۲۰ مئی کا اودھ پنچ دیکھا۔ دو۲ قابل گذارش نظر آئے معافی کے ساتھ عرض کرنے کی اجازت دیجیے۔

مہدی ندیم صاحب صفحہ ۳ کالم ۳ کے وسط میں فرماتے ہیں کہ چترکوٹ میں جو الہ آباد کے قریب ہے الہ آباد سے چترکوٹ کم و بیش اسی میل کے فاصلہ پر ہے مانک پور جنکشن ہو کر جانا پڑتا ہے۔ ۶۰ میل تو الہ آباد سے مانک پور ہی ہے۔ یہ اور بات ہے کہ کوئی کمایکت کا ذکر ہے جو ہبلی کے قریب ہے یا آگرہ کی دہستان ہے جو کلکتہ کے قریب ہے۔ آگے چل کر صفحہ ۹ کالم ۱ کے وسط میں حضرت ندیم شو کا ارشاد ہے کہ وہ بہار عجم میں منشی ٹیک چند بہار نے بھی کاغذ میں پیراہن ... وغیرہ وغیرہ جس کے یہ معنی ہوتے ہیں کہ منشی ٹیک چند بہار ہی بہار عجم کے مولف تھے۔ حالانکہ واقعات بالکل اسکے برعکس ہیں۔ ٹیک چند بہار نامی ایک بزرگ فیروز آباد ضلع آگرہ میں ضرور گذرے ہیں۔ مگر وہ بہار عجم کے مولف نہ تھے۔ نولکشور پریس کی فہرست کتب میں جہاں یہ ظلم کیا گیا ہے کہ دیوان مخفی کو مخفی شاہزادی ایران کی تصنیف بتایا ہے اور زیب النساء مخفی کے نام پر پانی پھیر دیا ہے وہاں ٹیک چند بہار کو بہار عجم کا مؤلف بھی فرمایا ہے اور خوب سراہا ہے۔ مگر دونوں باتیں اندرونے روایت صحت سے خالی ہیں۔

خیر سردست تو فقیر کو بہار عجم کے متعلق عرض کرنا ہے۔ تذکرۃ الشعرا مولفہ مولانا عبد الغنی صاحب مرحوم کا صفحہ ۲ ملاحظہ طلب ہے۔ سراج الدین علی خاں آرزو اکبر آبادی مولف سراج اللغات۔ چراغ ہدایت مصطلحات الشعرا۔ شرح گل گشتی میر نجات وغیرہ کے نام آور تلامذہ میں سے بہار دہلوی مولف بہار عجم کا نام بھی درج تذکرہ ہے۔ دیوان مخفی سردست معرض بحث میں نہیں ہے اس وجہ سے اس کا ذکر فضول ہے۔ اگر آپ کی تحقیقات سے ٹیک چند بہار ہی مولف بہار عجم ہیں تو براہ کرم اس تحقیقات کے نتیجہ سے فقیر کو بھی محروم نہ رکھیے گا تاکہ غلطی کی اصلاح ہو جائے۔ آپ کی بلند نظری اور وسیع الخیالی سے اس لکھنے کی جرأت ہوئی ورنہ فقیر کو ان جھگڑوں سے کیا سروکار۔

دعاگو فقیر آزاد

نوٹ:- بعد تحقیق نتیجہ پنچ میں درج ہوگا۔ حضرت دربار کو اطلاع کر دی ہے۔ فقط پنچ۔

رفقا سے پنچ!

کیا ہی شرط وفا ہے کہ چند سکے دیئے اور خاموش ہو گئے۔ چاہے اشاعت بڑھے یا نہ بڑھے۔ اب حضرت عمر خیر خواہ بڑھے کے خیر خواہ ہیں آپکے نوازش بھی غیر معمولی ہیں۔ منیجر

بیخودی

نمبر (۵)

(بسلسلہ ۲۰ مئی ۱۹۲۵ء)

آگے چل کے جناب بیخود نے اپنی لکھی ہوئی شرح کا نمونہ پیش کیا ہے اور دوسری شرحوں سے اپنی شرح کا مقابلہ فرمایا ہے۔ یہ شرح صرف ایک غزل کی ہے اس غزل کے ایک شعر کی شرح پر ۲۰ مئی کے اودھ پنچ میں تنقید کی جا چکی اب باقی اشعار زیر بحث ہیں حضرت غالب مغفور فرماتے ہیں ؎

شبنم بگل لالہ نہ خالی ز ادا ہے
داغ دل بے درد نظرگاہ حیا ہے

مولانا طباطبائی نے اس شعر کا مطلب یوں حل فرمایا ہے۔ کہ شبنم کی بوندیں لالہ کے پھول پر یہ مطلب ادا کرتی ہیں کہ جس دل میں درد نہ ہو اور داغ ہو یعنی درد عشق سے خالی ہو وہ باعث شرم ہے۔

مولانا طباطبائی نے ایک اعتراض بھی کیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ پہلے مصرعہ میں "ز" خلاف محاورہ ہے اس مصرعہ کی نثر اگر بنائی جائے تو یوں کہیں گے کہ شبنم بگل لالہ خالی از ادا نہیں "از" کی تقدیم و تاخیر تو وزن و بحر میں لانے کے لیے ہے۔ خالی ز ادا ہے کوئی نہیں کہتا۔

اس شرح پر بیخود صاحب نے خود بھی لکھے مگر لالہ نے ہیں جس پر ناقدانہ نظر ڈالی جائے گی پہلے اعتراض جناب بیخود ملاحظہ ہو آپ فرماتے ہیں:-

"پر درد کا یہ داغ ہو اور درد نہ ہو کیا بلا ہے" ہم بھی کہتے ہیں واقعی یہ بات خدا ہی سے پوچھنے کی ہے۔ ہم کو نگاہ سے صرف داغ کی سیاہی دیکھ سکتے ہیں پرایا درد کیونکر غیر کو محسوس ہو سکتا ہے یہ کیفیات وجدانیہ ہیں جس پر گزرتی ہیں وہی خوب جانتا ہے۔ لیکن لالے کا داغ اسکی خلقت و ذات میں داخل ہے اس لیے قیاس اسی کا مقتضی ہے کہ عوارض میں نہ گنا جائے ممکن ہے کہ یہ کسی پھوڑے آپریشن یا آتشک کے پھوڑے کا نشان ہو اور اس داغ میں کبھی کبھی درد بھی ہوتا ہو مگر اس کا حال صرف جناب بیخود جانتے ہونگے لالہ نے انھیں سے شکایت کی ہوگی۔ آگے جس کے

آپ فرماتے ہیں:-

"اگر اس شعر کا یہ مطلب کہا جائے تو یہی سمجھ میں آئے گا کہ شاعر نے لالہ میں داغ بھی دیکھا اور شبنم بھی۔ سوال پیدا ہوا کہ ایسا ہے کیوں۔ پھر اسکی غیور طبیعت نے خود ہی جواب دیا جو جناب طباطبائی کے حل میں مذکور ہے۔ مگر اس پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ دیکھنے والے نے یہی کیوں نہ سمجھ لیا کہ دل میں داغ ہو تو رو رو کیا مٹے اگر"

ہم کہتے ہیں کہ نہیں جناب کچھ اور بھی کہا جا سکتا ہے یعنی ممکن ہے کہ شبنم ہو نہ آنسو ہوں بلکہ نے بے تیزی کی ہوا اور لالہ اُسی کے شبنم شاشی اور سنگ پاشی دونوں کے جھگڑے سے رہے ہوں کسی کے دو روٹ کہنے سے کہا تو جاگ گیا مگر قطب رہ گئے یہ پنا اپنا داغ ہے ہم شرے دل لگی باز پست خیال آدمی ہمارا خیال اتنی بلندی پر نہیں پہنچ سکتا۔ ہاں اس پر کیسی خیال پر صرف یہ اعتراض ہو سکتا ہے کہ پھر داغ کی لفظ بے معنی رہی جاتی ہے یعنے داغ دیکھ کے شاعر نے کیا مطلب نکالا۔ بہرحال آپ نے بات واقعی ٹھکانے کی کہی ممکن ہے کہ لالہ صاحب داغ کی تکلیف سے شرمندہ ہوتے ہوں چنانچہ پروفیسر بوس نے روح نباتی پر تحقیق ثابت کیا ہے۔ مگر غالب مرحوم کے اس شعر کی توضیح آسان اُسی وقت ہوتی ہے جبکہ "بیدردی" کے لغوی معنی لیے جائیں اگر بیدردی سے مراد سنگدلی ہے تو اظہار معنی میں وہی نقص ہوگا جو حضرت بیخود کے بیان کیے ہوئے مطلب میں پیدا ہو گیا ہے۔

چنانچہ آپ فرماتے ہیں:-

لالہ پر اوس کی بوندیں یہ مطلب ادا کر رہی ہیں کہ بیدردوں کے داغ بھی بے حیائی سے وابستہ ہیں یعنے جب اہل دل یہ منظر دیکھتے ہیں تو اُن کا خیال بیدردوں کی ایک حالت خاص کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔ جب بے دردوں کا دل خود کوئی صدمہ اُٹھاتا ہے تو اُنکو ستم رسیدوں یا مظلوموں کی تکلیف کا احساس ہوتا ہے۔ اور یہی احساس اُنکو اپنی گزشتہ بیدردانہ روش پر شرمندہ کرتا ہے اور اُنکی آنکھوں میں اشک ندامت چھلک آتے ہیں یا جوش پشیمانی سے پیشانی عرق آلودہ ہو جاتی ہے اور یہی وہ ادا ہے کہ اہل دل اُسکے صلہ میں تمام جرائموں پر خاک ڈال دیتے ہیں اور اُن کو اُس پیشانی پر پیار آنے لگتا ہے۔"

خلاصہ اس مطلب کا ان الفاظ میں ادا کیا جا سکتا ہے کہ لالہ صاحب ہیں سنگدل اور بے رحم سبب خود چوٹ کھائی داغ لگا تو لگے رونے اور اپنی گزشتہ سنگدلی پر پشیمان ہونے یہ ادا شاعر کو بھا گئی اور اس نے کہا ؎

شبنم بہ گل لالہ نہ خالی ز ادا ہے
داغ دل بیدرد نظرگاہ حیا ہے

اس مطلب میں پہلی غرابت تو یہ ہے کہ غریب لالہ پر بیدردی کا اتہام کسی اور شاعر نے کبھی نہیں لگایا۔ دوسری جدت داغ گناہ پر پشیمان ہونے کی ہے یعنی لالہ صاحب داغ لے کے ماں کے پیٹ سے پیدا ہوئے انکے صغیرہ و کبیرہ جرائم قبل از وجود تسلیم کرنا ایسی اُپج ہے جسے کوئی شاعر تسلیم نہیں کرتا۔ حاصل شعر اگر کچھ ہو سکتا ہے تو وہ یہی ہے کہ لالہ پر اوس گری ہے اسکی تشبیہ پسینہ کے ساتھ مشہور ہے پسینا اکثر شرمندگی سے آ جاتا ہے۔ لالہ شرمندہ ہوا اور یہ شرمندگی اس وجہ سے پیدا ہوئی کہ خواہ مخواہ کا داغ سینہ میں ہے داغ تھا تو درد محبت بھی ہوتا اس خوبصورت (لالہ) کی شرمندگی خالی از ادا نہیں صاحبان حیا بلکہ خود حیا کی نظرگاہ ہے۔

اپنے اسی مضمون میں ایک جگہ جناب بیخود تحریر فرماتے ہیں کہ میں انشاء اللہ جادۂ انصاف سے نہ ہٹوں گا غلط اعتراض اٹھانے (اور دور کرنے) کی کوشش کروں گا اور صحیح ایراد پر سر تسلیم خم کروں گا۔ اب لوگ خود ہی انصاف کریں گے کہ آیا جو مطلب شعر مذکور کا بیخود صاحب نے بیان فرمایا ہے وہ اس شعر کی وقعت بڑھاتا ہے یا کم کرتا ہے دوسرے یہ کہ "ز ادا نہ" جو حضرت طباطبائی نے فرمایا ہے وہ اُردو کی بول چال سے موافق ہے یا نہیں اس اعتراض کے بارے میں بیخود صاحب فرماتے ہیں کہ "شبنم بہ گل لالہ کے بعد خالی از ادا نہیں ہے" یہ کہنا شعر کو بیہودہ بنا دینا ہے۔ غالباً یہ مقصود ہے کہ فارسی ترکیب کا شعر ہے لہذا "نہ ز ادا" زیادہ مناسب ہے۔ یہ سخن پروری یا ایسے عنوان کے تحت میں داخل ہے جسکو شاعر کے ساتھ خواہ مخواہ کے عناد سے تعبیر کر سکتے ہیں بھلا کوئی پوچھے کہ شعر اُردو ہے مگر صرف "ہے" کے سوا کوئی لفظ اُردو نہیں تو پھر خواہ مخواہ اُردو کی صورت بگاڑنے سے کیا فائدہ اگر یہی بیہودہ بنانا ہے تو آپ یوں ہی بولا کیجیے۔

(۱) کتاب در بغل خوب نہ ہے۔
(۲) شرح حضرت بیخود مشتمل بر تحقیق نہ ہے۔
(۳) بہار باغ و سبزہ زاری خالی از لطف نہ ہے۔
(۴) دماغ وزیر اعظم انگلستان نہ خالی از عقل ہے۔

(باقی آئندہ)

راقم ادبار الملک

(نمبر ۳)

ماجرائے ختنۂ ابل

(مقدمہ نواب گنج علی آباد ضلع بہرائچ)

اللہ تیرا شکر۔ سیجیے مولانا پنچ اچھی کل اونٹ بیٹھا۔ دو سال کے بعد نواب محمد علیخاں قزلباش سی رئیس آئی اور سردار نثار علیخاں کی مقدمہ بازی کا خاتمہ جون کی پہلی تاریخ ۵ بجے شام کے وقت دوستوں وکیلوں رئیسوں کو حرارت دن دھوپ میں جلانے تپانے کے بعد مسٹر ٹامس کے اجلاس پر ہو گیا۔

کچہری میں میلا لگا ہوا تھا۔ ہماری عادت نہیں ہے کہ میلے ٹھیلے میں شریک ہوں مگر لال بجھکڑوں نے دھوکا دیا اور کرارا دھوکا دیا۔ ایک صاحب دم اٹھائے زمین گھستے ہی ہانکتے کودتے پھاندتے چلے جاتے تھے اُن سے پوچھا حضرت کدھر؟ فرمانے لگے کچھ نہ پوچھیے آج کچہری میں نیا تماشا ہے۔ واللہ چھوڑ دیجیے کہیں ایسا نہ ہو تماشا ختم ہو جائے۔

الٰہی خیر! اے حضرت کچھ تو بتایئے"

غرض بعد اصرار بسیار معلوم ہوا کہ:۔

"اونٹ کا ختنہ ہونے والا ہے"

ہیں! خداوندیہ آپ نے کیا فرمایا کچہری ہے یا اونٹوں کے ختنے کی جگہ۔

بات اچنبھے کی تھی بندہ نے خیال کیا ممکن ہے صحیح ہو مسلسلتی سے قانون ساز مجالس مرتب ہو ہی چکی ہیں نئے نئے قوانین برابر جاری ہو رہے ہیں سُنتے ہیں کہ الٰہ آباد ہائیکورٹ نے اردو کا ختنہ کر ہی دیا آئندہ گواہیاں انگریزی میں لکھی جائینگی اور بیانات کے وہ الفاظ جو خاص ہی سے مستعمل ہوں گے ناقابل اعتنا ہو جائینگے۔ جو مزاج میں آئے گا حاکم صاحب لکھیں گے جنکی اردو قابلیت خدا کے فضل سے پہلے ہی کسی سند کی محتاج نہ تھی۔ وکلا اگر انگریزی میں کمزور ہوے تو اور بھی مزا آ جائے گا اور اگر حافظہ خستہ ہوا تو سبحان اللہ گواہ نے جو کچھ اپنی زبان میں کہا تھا وہ تو ہو چکا

اب جو کچھ انگریزی الفاظ ہیں انھیں سے بحث کیجیے نا انصافی اور بیہودگی کا دروازہ کھل جائے گا اسے اُردو کا ختنہ کہیے یا انصاف کا بات ایک ہی ہے غرض ان حالات پر نظر کی اور کچھ زیادہ حیرت نہیں ہوئی ناک کی سیدھ پر کچہری چلے۔ وہ بھیڑ بھڑ کا وہ ریل پیل وہ دھکم دھکا کہ الٰہی توبہ۔ دو پہر انتظار رہا کہ دیکھیے کب تسلا ٹوٹا گھوڑی ہی اتر آ کٹت کا سامان آسمان ہے۔ اونٹ دولھا بنتا ہے۔ بد قسمتی دیکھیے کہ ساڑھے چار بجے تک کوئی تیاری نظر بھی پانچ بجے گھر کی راہ لینے کا ارادہ تھا کہ ایک ہلڑ ہوا ارے بھئی کیا ہے؟ کیا ختنہ ہو گیا؟

اجی کہاں کا ختنہ! معلوم ہوا تو صرف اتنا کہ نواب محمد علیخاں کو نواب گنج علی آباد کا قبضہ مل گیا۔ سردار نثار علیخاں ہار گئے۔ خلاصہ یہ کہ دونوں مقدمہ نواب محمد علیخاں جیت گئے اور دفعہ ۱۴۳۵ ضابطہ فوجداری کی رو سے جو مقدمہ دائر تھا اسکا فیصلہ بھی نواب محمد علیخاں کے حق میں ہوا مقدمہ کا خرچ سردار نثار علیخاں کے ذمہ عائد ہوا۔ فیصلہ سُنتے ہی مبارکباد اور صلوات کی آوازیں بلند ہوئیں آغا مہر علی قزلباش جو اس مقدمہ میں نواب محمد علیخاں کی طرف سے "اشہ بالا" بنے ہوے تھے۔ ہار پھول میں اس طرح لد گئے جیسے شیخ سدو کا بکرا۔ آغا صاحب موصوف ودھیانہ کے معزز خاندانی شریف ہیں نواب محمد علیخاں کی دوستی انھیں اودھ میں کھینچ لائی اور انھوں نے حق دوستی خوب ادا کیا۔

مجمع تو سدھا بشیرت گنج کی کوٹھی جہاں خیرات تقسیم ہو رہی تھی چراغاں تھی۔ اور بندہ اپنی حماقت پر خواہ مخواہ دل سے اور با جھگڑا ناگھر آ کر کہا ہے ہر ایک بات سُنتے ہی یقین نہ کرنا چاہیے۔ حضت ہم کو نواب صاحب کے مقدمہ جیتنے

کی خوشی ضرور ہوئی خدا مبارک کرے مگر وہ دلی آرزو تو پوری نہ ہوئی وہ اچنبھے کی بات تو نہ دیکھی جس کے کارن دن بھر دھوپ میں جلے۔

وہ کیا۔

وہی۔ سنیے

اونٹ کا ختنہ!!!

مولانا پنچ اگر اب کوئی آپ سے ایسی خبر کہے تو ہرگز یقین نہ کیجیے۔

لوگ پریشان کرتے ہیں کہ اس فرضی واقعہ کی تاریخ کہہ دو۔ ختنہ وختنہ تو ہوا نہیں ذہن سے مادۂ تاریخ نکالے دیتا ہوں تاکہ یہ واقعہ بھی صفحات تاریخ پر یادگار رہے۔

ماجرائے ختنۂ ابل

۱۳۴۳ھ

ایراد ہو سکتا ہے کہ جب کچہری میں ختنہ کا واقعہ ہوا ہی نہیں
کسی حاکم کا کام ختنہ کرنا ہے تو تاریخ کس بات کی؟
حضرت! دھوکے دھڑی میں یاروں نے بندہ کو کچہری
تک دوڑا دیا کیا یہ تاریخی واقعہ نہیں ہے؟
کس کی رہی اور کس کی رہ جائے گی دو مصرعے
اور بھی سہی۔ سُنیے ؎

فرو رفت از جہاں چوں فتنۂ ابل
نوشتم ماجرائے ختنۂ ابل
۱۳۴۳ھ

راقم

سید وراثت حسین علیگ سید واڑہ بہرائچ

علوم لطیفہ

سُنتے ہیں کہ اندور کالج کا پرنسپل اور ایک افسر تعلیم اس لیے دہلی روانہ کیا گیا ہے کہ وہ اپنی معلومات میں وسعت پیدا کرے اور اسکے بعد ایک دستور العمل مرتب کرے تو اندور میں یونیورسٹی قائم کر دی جائے۔

ہمارے نزدیک مہاراجہ صاحب کچھ آدمی نصاب تعلیم میں مشورہ کرنے کی غرض سے بمبئی بھیجیے اور لیڈی پروفیسر ممتاز بائی سے بھی صلاح لیتے جس نے خود مہاراجہ صاحب کو اچھے اچھے سبق پڑھائے تو اور بھی مناسب تھا۔ لیڈی ممتاز بائی

مگر نازک علوم میں یہ خوبی رکھتی ہیں۔ یہ علوم اگرچہ پرانے ہیں لیکن ہمیشہ سے محبوب خواص رہے ہیں اور رہیں گے۔ مثلاً:۔

(۱) علم امتناع الغفرہ۔ یہ ایک جان لیوا علم ہے۔ کرپ کی توپ بجلی کی پھانسی سے لے کے موٹر کار تک اسی علم کے زور پر چلتی ہے مگر ابھی تک اڈلین صاحب یا مالک کارخانہ کرپ یا نورچشم نورڈ سلمہ اسکی تہہ کو نہیں پا سکے۔ انھیں یہ تو معلوم ہے کہ ایک قوت ہے جو ان میں کام کرتی ہے مگر وہ ہے کیا؟ یہاں سے اتنی دلچسپی ہو جاتی ہے کہ سکوت میں اور بولنے میں فرق نہیں رہتا۔ ماتا جان سے پوچھو وہ بتادے گی کہ ان چیزوں میں نخرہ ہی نخرہ ہے۔

(۲) فلسفۂ ریاست پچھاڑ۔ اسکا تجربہ خود ہمارا آپ کا بھی ہو چکا ہے۔ نہایت اعلےٰ علم ہے۔ سندھ کی ایک ریاست آجکل ایک جدید ماہرہ سے اس فلسفہ کی تعلیم حاصل کر رہی ہے۔ یہ فلسفہ ریاست کو بالکل اسطرح پچھاڑ دیتا ہے جس طرح ایک پہلوان دوسرے پہلوان کو۔

(۳) فن باؤلا سازی۔ لیڈی مجنون جسکے چیتوں نرالی کی لڑائی ہوئی۔ لیڈی کھیوپیٹرا جو ایک تجربہ کی خود ہی شکار ہوئیں۔ بانو شیریں جنھوں نے غریب فرہاد کے سر سے پہاڑ کھود دیا۔ ستی لیلےٰ جنھوں نے میاں مجنوں باولے کو دشت نجد میں لنگوٹی بندھوا کے نچایا۔ ستی عذرا و آپ فن کی اعلےٰ ماہرات میں داخل تھیں دوراں کے ساتھ ساتھ یہ فن اپنا لباس اور فیشن بدلتا رہا۔ بالفعل مستانہ بائی اور اقبال جان یا اقبال بیگم اس فن میں نہایت مشاق ہیں۔ ایک حضرت چند روز ہوئے عظیم الشان کامیابی حاصل کی ہے۔ دوسری رفتہ رفتہ بڑھ رہی ہیں لیکن تجربہ ذری ڈھیلا ڈھالا ہے بس پھنسا ہے خیر دیر آید درست آید۔

ان جدید علوم میں ترقی کی اتنی قوت ہے کہ دنیا بھر کی قدردانی اور نگاہ کھسا ہے۔ ان علوم کی ماہرات دو قسم کی ہیں دیسی اور ولایتی۔ ولایت سے

جو کھیپ آتی ہے وہ مخصوص طبقہ پر حاوی ہوتی ہے بہر بھری سنگ اور بعض دیگر شاگرد نہیں خاص قسم قانون پیشہ لوگوں کی ہے ولایتی مال خریدنا پسند کرتے ہیں مگر ہمارے صوبہ اودھ کے کئی رئیس دیسی ماہرات کو ترجیح دیتے ہیں۔ ان میں بعض کی قدر دانی یہاں تک ترقی کر گئی ہے کہ ریاست میں انہی ایسے ملازم رکھے ہیں جنھوں نے ماہرات علوم لطیفہ مذکورہ کی شاگردی کی ہو۔ یہاں تک مبالغہ ہے کہ داروغہ ڈاکٹر حکیم مولوی محرر سوز خواں مصاحب نائب کا رندہ خدمتگار بھی سند یافتہ رکھے جاتے ہیں یعنی جب تک ماہرات نے جسمانی یا روحانی تحریری یا زبانی سرٹیفکٹ نہ دیا ہو اس وقت تک عہدہ نہیں دیا جاتا۔ زمینداری یا ریاست کی آمدنی یعنی خدا کی عنایت کی ہوئی وہ دولت جسکے ایک ایک حبہ پر زردی اور رعام زدی، لفروش بناسے سبیل بنا سبے کا نام لکھا ہوا ہے دھڑتے سے ان ماہرات علوم کے ایک نخرے پر نثار کر دیجاتی ہے۔ بڑی بڑی کوٹھیاں بڑے بڑے مکان عام نشانہ ہو رہا ہے ہیں رہے ہیں اور خود قدردان صاحب اپنا مکان رہن کر چکے۔

ایسے کار آمد علوم سے جتنی کسی یونیورسٹی کو تر کرنا چاہیے۔ یہ اپنی اپنی رائے ہے کسی کا اجارہ نہیں۔ یار وجب بغیران علوم کے زندگی دشوار ہے تو گئے ہاتھوں یونیورسٹی بنا ڈالو۔

مافوق سم فلاسفر

مولانا پنچ کی نوٹ بک

"بھول"

اکابیوں سے اور حکومت سے عنقریب سمجھوتا ہونے والا ہے مگر فی الحال میں نام کو بھی مہاراجہ بنا بچہ کی بحالی کی خبر دکھائی نہیں دیتی معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک سال قبل مہاراجہ بنا کا حول مذہب میں مانفلت کے مراوف تھا اب نہیں رہا۔ ابھی حافظہ کی کمزوری بجری بلا ہے۔

سید خاں صاحب

ہمارے دوست سید احمد حسین رضوی تاجر تنباکو بھی "خاں صاحب" ہو گئے۔ ان کے علاوہ دیگر احباب نے بھی خطاب پائے ہیں جن کے متناسب پر آیندہ گفتگو ہوگی مگر اس بے تکے خطاب کو دیکھ کے جی جل گیا۔ کیا کہیں ہم تو پہلے ہی کہتے تھے کہ تنباکو نہ بیچو تم سید آل رسول ہو آخر یہی ہوا حکومت بھی "خاں صاحب" ہی سمجھی۔ خدا جانے حکومت کے پاس الفاظ کا ذخیرہ کیوں اتنا کم ہے۔ برٹش گورنمنٹ سے تو نظام گورنمنٹ خطاب گڑھنے میں اچھا سلیقہ رکھتی ہے۔ مثلاً کسی کا نام ہے "مٹھو" بس اسی نام کے ساتھ جھٹ سے دو لفظیں "یار جنگ" کی لگا دیں پہلے خطاب تیار "مٹھو یار جنگ"۔ اگر حکومت سید السادات یا اور کوئی خطاب گڑھ لے تو گڑھ سکتی ہے۔ بہر حال ہمارے سید دوست کو "خاں صاحبی" مبارک۔

مؤثر آلہ صلح

لیڈی فرانس ریٹ والوں پر ادھار کھا سے بیٹھی تھیں سایہ جھاڑ کے اٹھ کھڑی ہوئیں اور پیچھے جھاڑ کے چڑھ دوڑیں۔ ریٹ والے ٹھہرے گنوار انھیں بھلا نازبرداری و نازبرداری کا سلیقہ کہاں یا یوں کہ لے کے سیدھے ہو گئے۔ اب سنتے ہیں کہ ایک "باعث صلح" عنقریب ہونے والی ہے واقعی صلح سازاوزاروں میں سب سے زیادہ کارگر اوزار پاپوش ہے۔ پروفیسر فضل حسین تنہائی بجا فرماتے ہیں اس مسئلہ کو "رام پور کے صاحبزادے" کی نقل میں لے کر چکے ہیں۔ ہر بات کا جواب صاحبزادہ صاحب بگڑ کے دیتے تھے "ہر طرف" جب بیگم نے زیر پائی اٹھائی تو گھگھیا کے کہنے لگے "تو میں کیا کچھ بگڑتا تھا"۔

خط و کتابت کے لیے نمبر خریداری ضرور لکھیے۔
(منیجر)